السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

شیعہ کو جواب

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

شیعہ کو جواب

(اخبار در نجف میں ایک سوال چھپا ہے جس کی سرخی ہے سوال از جمیع العلماء الحدیث اس میں مذکور ہے صحیح بخاری صفحہ 758

باب کثرة النساء حدثنا علی بن الحاکم الانصاری حدثنا ابو عوانة عن رقبة عن طلحة الیامی عن سعید بن الجبیر قال قال لی ابن عباس ہل تزوجت قلت لا قال تزوج فان خیر ہذہ الامة اکثرہا نساء

یعنی بہترین شخص اس امت کا وہ ہوگا جس کی بیبیاں زیادہ ہوں گی'' اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث پر عمل بغیر متعہ کیونکر ممکن ہے کیونکہ چار عقد سے ایک وقت میں زیادہ جائز نہیں''

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ

(زیادہ طلاق پر لعنت موجود ہے موت اختیاری نہیں تو پھر بغیر متعہ کیونکر اکثار النساء ممکن ہے۔ (حافظ سید ذوالفقار علی شاہ جلال پوری۔ در نجف 8/15 دسمبر 26ء ص 30

اہلحدیث

معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو شیعہ اصطلاحات سے بھی واقفیت نہیں ورنہ وہ جانتے کہ زوجہ اور ممتوعہ دو قسمیں مختلف میں زوجہ منکوحہ کو کہتے ہیں اور جس سے متعہ ہو اس میں کا نام ممتوعہ ہے اس لئے کہ شیعہ علماء جس آیت سے جواز متعہ پر استدلال کرتے ہیں اس میں بھی لفظ متعہ ہے تزوج نہیں

فما استمتعتم بہ منہن الایة

(پس حدیث مذکور کو دیکھے اس میں شرعی حد کے اندر منکوحہ زوجہ کثیر کرنے کا ذکر ہے ممتوعہ نہیں فافہم۔ (اہلحدیث امرتسر 28 جنوری۔ ۱۹۲۷ء

متعہ بالنساء

متعہ کے متعلق ایک مضمون آریہ گزٹ لاہور میں نکلا ہے جس کو راقم مضمون نے کل مسلمانوں کا مذہب سمجھا حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ متعہ کے قائل شیعہ میں سنی نہیں اور شیعوں کی تعداد کل دنیا کی اسلامی آبادی میں پندرہ فی صدی ہے اتنی تھوڑی تعداد کے اعتقاد کو کل اسلامی دنیا کا اعتقاد قرار دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے چونکہ شیعہ فرقہ متعہ قائل ہے اس لئے ان کی کتبوں سے ان کی تعریف اور تشریع ہم پہلے سناتے ہیں پھر اپنی رائے لکھیں گے شیعوں کے ہاں بھی مثل سینوں کے حدیث کی کتابیں جن میں تہذیب الاحکام کو غالباً وہی درجہ حاصل ہے جو سینوں کے ہاں جامع ترندی کو ہے اسی تہذیب سے ہم چند روایات نقل کرتے ہیں ناظرین بغور سنیں متعہ کس کو کہتے ہیں اور اس کا نکاح سے کیا فرق ہے مندرجہ ذیل روایت سے معلوم ہوگا جو امام ابو عبداللہ جعفر صادق سے آئی ہے کہ

(قال ابو عبد للہ علیہ السلام ن سمی الاجل فہو متعة وان لم یسم الاجل فہو نکاح (ج ۳ ص ۱۸۹

امام موصوف نے فرمایا مرد عورت کے عقد کے وقت اگر مدت مقرر کی جائے تو متعہ ہے اگر مدت مقرر نہ کی جائے تو نکاح ہے یعنی کسی مرد اور عورت کا عقد اس طرح ہو کہ آٹھ دس یوم تک ہم مثل زن و شوہر کے رہیں گے تو یہ متعہ ہے اور اگر آٹھ دس روز وغیرہ کی قید نہ ہو تو نکاح ہے یعنی نکاح دائمی ہے اور متعہ موقت یہ ہے تعریف متعہ کی اس کے متعلق ستعوں کی کتاب مذکور میں مندرجہ ذیل روایت آئی ہیں۔

عن ابی عبد للہ علیہ اسلام قال لا باس بان یتمتع الرجل بامة المراة فاما امة الرجل فلا یتمتع بہا لا بامرہ ولا باس بان یتمتع الرجل متعتہ ما شاء لانہن بمنزلة الاماء ولیس ذلک مثل نکاح الشرعیة الذي لا یجوز فیہ العقد علی اکثر من اربع نساء

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ کوئی حرج نہیں کہ مرد کسی عورت کی باندی سے متعہ کرے لیکن کسی مرد کی باندی سے بغیر اس کی اجازت سے نہ کرے اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ جتنی عورتوں سے چاہے کرلے کیونکہ '' یہ منبزلہ لونڈیوں کے ہے اور مثل دائمی نکاح کے نہیں ہے جس میں چار سے زیادہ جائز نہیں ہیں۔''

(عن ابی عبداللہ قال ذکر لہ المتعۃ اہی من الاربع قال تزوج منہن الفا فانہن مستاجرات ج ۳ ص ۱۸۸

اسی امام سے سوال ہوا کہ متعہ میں بھی چار کی حد ہے فرمایا چاہے تو ہزار تک کرے کہ یہ ممتوعہ عورتیں تو مزدوری پیشہ ہیں ان دو روایتوں سے متعہ کیا اور ممتوعہ عورت کی حثیت معلوم ہوگئی کہ وہ منکوحہ کی طرح بیوی نہیں نہ حقیقتہ باندی ہے بلکہ اصل تعریف اس کی یہ ہے کہ وہ ایک مزدوری پیشہ ہے اسی لئے مندرجہ ذیل روایت سے اس کی وراثت کے متعلق حکم ملتا ہے کہ اس کا خاوند متعہ کنندہ میعاد مقررہ کے اندر اندر مرجائے یا یہ خود مرجائے تو دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وراث نہ ہوگا چنانچہ مندرجہ ذیل الفاظ اس کی شہادت دیتے ہیں۔

(قال ابو عبداللہ علیہ السلام اما المیراث فانہ شرط انہا ترث ورثت وان لم یشترط فلیس لہا ولالہ میراث ولیس یحتاج الا بشرط انہا لا ترث لان من شروط المتعۃ اللازمۃ لایکون بینہما توارث (ص 190

امام جعفر صادق نے فرمایا متعہ میں اگر وراثت کی جائے تو عورت وارث ہوگی ورنہ نہ عورت کو وراثت ملے گی نہ مرد کو اور اس بات کی ضرورت نہیں کہ عدم وراثت کی شرط کی جائے کیونکہ متعہ کی شروط لازمہ میں سے ہیں کہ ان میں وراثت نہ ہوگی '' یہ روایت اپنے مضمون میں صاف ہے کہ ان دونوں بیوی خاوند ماتع اور ممتوعہ سے ایک دوسرے کا وارث کوئی بھی نہیں ہوگا۔ نکاح اور متعہ میں ایک فرق تو مدت اور عدم مدت کا ہے دوسرا بڑا فرق یہ ہے کہ نکاح میں گواہوں اور عام اعلان کی ضرورت ہے مگر متعہ میں کچھ نہیں چنانچہ تہذیب کے الفاظ یہ ہیں۔

ولیس فی المتعۃ اشہاد ولا اعلان (ص ۱۸۹) متعہ میں نہ گواہوں کی ضرورت ہے نہ اعلان کی ایک اور روایت میں ہے

(کتب علیہ السلام التزویج الدائم لایکون الا بولی وشاہدین ولایکون تزویج متعۃ ببکر استر علی نفسک والکتم (ص ۱۸۷

امام جعفر صادق نے لکھا ہے کہ نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا اور متعہ بکرہ کے ساتھ نہ ہوگا تم اس امر کو چھپا کر پردہ ڈالا کرو یعنی مخفی کیا کرو۔'' یہ روایت بتلاتی ہے کہ متعہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ مرد عورت دونوں خفیہ طور پر عہد کرلیں اور جتنے دنوں تک وعدہ کریں رہیں یہ بھی ثابت ہوا کہ بکرہ عورت ساتھ بھی متعہ نہ کیا جائے کیونکہ ممتوعہ عورت شرفا کے نکاح میں ذلیل سمجھی جاتی ہے چنانچہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں لا تمتع بالمومنۃ فتذلہا (ص ۱۸۷) '' مومنہ عورت کے ساتھ متعہ نہ کیا کرو کہ وہ ذلیل ہو'' مصنف کتاب تہذیب اس کی تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ

(یحتمل ان یکون المراد اذا کانت امراۃ من اہل بیت الشرف فانہ لایجوز التمتع بہا لما یلحق اہلہا من العار ویلحقہا من الذل (ص ۱۸۷

یعنی عورت اگر کسی معزز گھرانے کی ہے تو اس کے ساتھ متعہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے گھرانے اور کنبے کو عار اور ذلت ہوتی ہے مصنف کی یہ توجیہ اور تفسیر صاف دلالت کرتی ہے کہ متعہ میں ممتوعہ کی ذلت ہے جو شرفا کی شان کے لائق نہیں چنانچہ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے۔

(فاقبل عبداللہ بن عمر فقال یسرک ان نساءک وبناتک واخواتک وبنات عمک یفعلن ذلک فاعرض ابو جعفر علیہ السلام حین ذکر نسائہ وبنات عمہ (۱۸۶

عبداللہ بن عمر نے امام کو کہا کہ آپ متعہ کی اجازت دیتے ہیں آپ کی عورتیں لڑکیاں حقیقی بہنیں اور چچا زاد بہنیں متعہ کریں تو آپ خوش ہوں گے جب انہوں نے یہ کہا تو امام ابو جعفر نے منہ پھیر لیا'' ان ساری روایت سے '' مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں 1 متعہ ایک موقت عقد کا نام ہے 2 متعہ میں گواہوں اور اعلان کی حاجت نہیں 3 متعہ باکرہ عورت سے نہیں 4 ممتوعہ عورت وارث نہیں 5 ممتوعہ عورت صرف ایک مزدور ہے 6 متعہ شریف عورتوں کے لئے باعث بدنامی ہے۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ایک ایسے بڑے دعوے کے لئے شیعہ کی طرف سے دلیل کیا پیش کی گئی ناظرین بغور سنیں - فاضل مصنف تہذیب فرماتے ہیں متعہ کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع دلالت کرتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مباح تھا اور منع کی کوئی دلیل نہیں آئی پس چاہیے کہ اب تک مباح رہے جب تک کوئی دلیل قائم ہو جس سے منع ثابت ہوسکے اور شرح میں کوئی دلیل نہیں ملتی جو اس کی حرمت پر دلالت کرے نیز اللہ تعالی کا یہ قول بھی متعہ کے جواز پر دلالت کرتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ محرمات چھوڑ کر باقی عورتیں تم پر حلال ہیں فما استمتعتم کے ساتھ متعہ کو جائز کر دیا کیوں کہ استمتاع جب شرع میں بولا جاوے تو متعہ ہی مراد ہوتا ہے نہ اصلی نہ لغوی معنی یعنی لذت کرنا پھر خدا نے فرمایا ان عورتوں کو ان کے اجر دیا کرو تاکید ہے اس بات کی کہ اس سے مراد متعہ ہے کیونکہ نکاح کے عوض کو شرع میں مہر کہتے ہیں اجر نہیں کہتے اس اقتباس میں تین دلیلیں مذکور ہیں ایک آنحضرت ﷺ کے زمانہ کا رواج کہ متعہ جائز تھا دوم آیت قرآنی میں استمتاع لفظ سوم اجورہن جس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو ان کا اجر کردیا کرو بقول شیعہ عورت کے نکاح میں جو مہر مقرر ہوتا ہے اس کو شرع کی اصطلاع میں اجر نہیں کہا جاتا اجر صرف متعہ کے عوض کو کہا جاتا ہے۔

یہ طریق یہاں بتلا رہا ہے کہ شیعہ نے نزدیک بھی آیت موصوفہ ایسی صاف نہیں کہ اس کو دلیل کے موقع پر پہلے درجہ پر رکھیں حالانکہ آیت قرآنی ہونے کی حثیت سے اس کا حق تھا کہ وہ پہلے ہوتی مگر مصنف نے اسے پیچھے رکھا کیونکہ اس سے متعہ کا ثبوت ہونا کارے دارد پس ہم ان تینوں دلیلوں کے جواب کے ذمہ دار ہیں پہلی دلیل کا جواب پیچھے دیں گے پہلے دوسری تیسری کا جواب دیں جو بوجہ قرآنی دلائل ہونے کے مستحق ہیں کہ ان کو پہلے رکھا جائے۔ شیعہ محدث مصنف تہدیب کا دعوے ہے کہ استمتاع سوائے متعہ کے کسی اور معنی میں نہیں آیا حالانکہ خود قائل ہیں لغت میں اس کے معنی تلذذ یعنی لذت حاصل کرنے کے ہیں قرآن مجید میں یہ لفظ چھ جگہ آیا ہے پارہ 5 رکوع 1 پارہ 8 رکوع پارہ 1 رکوع 15 پارہ 24 رکوع 6 ایضا پارہ 1 رکوع 15 ان مقامات میں استمتاع کے مصدر سے مختلف صیغے آئے ہیں پارے پانچویں میں جو لفظ آیا ہے وہ تو زیر بحث ہے اس لئے وہ نظیر نہیں بن سکتا ہے البتہ اور مقامات کو دیکھنا ہے جیسے وہ ہوں گے ان پر فیصلہ ہوگا۔ آٹھویں پارے میں گمراہ لوگوں کا ذکر ہے۔

وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ

کہ قیامت کے روز بعض گمراہ انسان کہیں گے خداوندا ہم میں سے بعض نے بعض کے ساتھ فائدہ اٹھایا'' دسویں پارہ میں ہلاک شدہ لوگوں کا ذکر ہے۔ ''

كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُم بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُم بِخَلَاقِهِمْ

کہ '' انہوں نے اپنی عادتوں کے ساتھ فائدہ اٹھایا'' چھبیوں پارے میں ہے

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا

کہ قیامت کے روز کافروں کو کہا جائے گا تم نے دنیا کی لذت حاصل کیں اور ان کے ساتھ فائدہ اٹھایا'' اگر ہم فاضل مصنف کا دعوی مان لیں تو کہنا پڑے گا کہ ان سب مقامات پر شیعوں کا ذکر ہے جو قیامت کو کہیں گے کہ ہم '' نے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ متعہ کیا حالانکہ کوئی شخص بھی جو قرآن مجید کے مقامات مذکورہ کو دیکھے گا یہ لفظ زبان پر نہیں لا سکتا پس اتنے مقامات میں استمتاع کا لفظ جن معنی میں آیا ہے متنازعہ مقام کے لئے یہ تظاہر کا فی ہیں علاوہ اس کے خود فاضل مصنف کا اقرار ہے کہ لغت میں اس کے معنی لذت پانے کے ہیں پس آیت کے معنی یہ ہوئے جس مال کے ذریعہ سے تم نے عورتوں کے ساتھ فوائد زن و شوئے حاصل کئے وہ مال بصورت مہر ان کو دے دیا کرو۔

فاضل مصنف کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اجور کا لفظ جو یہاں آیا ہے اس سے مراد متعہ کا بدل ہے نکاح کا مہر نہیں کیونکہ مہر کے لئے اجر یا اجور کا لفظ نہیں آیا پس اگر قرآن مجید کی اس آیت زیر بحث میں دکھا دیں کہ اجر یا بصورت جمع اجور کا لفظ مہر نکاح کے لئے ہی آیا ہے تو ہمارا دعوی ثابت اور ان کا باطل اور اگر ثابت نہ کر سکیں تو ہمارا باطل اور ان کا ثابت پس غور سے سنئے خدا فرماتا ہے

(وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُم بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (پ۔5ع1)

جو کوئی تم میں سے آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھیں وہ تمہاری ایماندار لونڈیوں سے نکاح کر لیں پس تم اے مسلمانوان باندیوں کے مالکوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کر لیا کرو اور ان کے اجور مہر ان کو '' دے دیا کرو'' یہ آیت نکاح ہی کے متعلق نازل ہے اور اسی کا اسی میں ذکر ہے ان ینکح کی صورت میں دوم۔ فانکحوا۔ کی شکل میں باوجود اس کے ان منکوحہ عورتوں کے مہروں کو اجورہن کے لفظ سے بیان فرمایا پھر فاضل مصنف تہذیب کا دعوی کہ اجور کا لفظ خاص متعہ کے اجر کا نام ہے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے آیت مرحومہ کے متعلق قائلین متعہ کی طرف سے ایک اور طرح سے بھی دلیل لائی جاتی ہے وہ یہ کے اس میں الی اجل کا لفظ بڑا کے آیت کو یوں پڑھا جاتا ہے

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ٢٤ سورة النساء

بقول ان کے آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جن عورتوں کے ساتھ ایک وقت مقرر تک تم نے متعہ کیا ہو ان کی مزدوری ان کو دے دیا کرو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ (الی اجل) قرآن مجید میں تو ہرگز نہیں جس نے یہ کہا ہے اس کی اپنی رائے ہے اس نے بطور تفسیر اس لفظ کہہ دیا تو ان کے شاگردوں نے قرارۃ اس کو سمجھ کر روایت کر دیا ورنہ قران کا لفظ ہوتا تو قرآن مجید کے اندر اور حافظوں کے سینہ میں ہوتا ایسے ویسے لفظوں کی وقعت اس سے زیادہ نہیں کہ کسی راوی نے اپنے فہم کے مطابق کوئی لفظ بڑھا دیا ہے جیسے غلط فہمی سے قرآن کے اندر داخل داخل سمجھا گیا اس کی مثال وہ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا نے اپنے کاتب سے کہا کہ جب تو لکھتا ہوا اس آیت پر پہنچے تو مجھے خبر کرنا

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ ٢٣٨ سورة البقرة

جب وہ یہاں پہنچا تو حضرت موصوفہ نے فرمایا یہاں لکھ دے۔ صلواۃ العصر اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ بموجب روایت مرفوعہ صلوۃ وسطی نماز عصر کو جانتی تھیں اس لئے بطور تفسیر یہ لفظ لکھوایا اس کے یہ معنی نہیں کہ انہوں نے یہ لفظ داخل قرآن کر کے لکھوایا ہے اسی طرح کسی راوی نے یہ لفظ۔ الی اجل کہا تو اس کا اپنا فہم ہے آیت قرآنی میں یہ داخل نہیں بلکہ اگر ہم یہ کہیں کہ قرآن کے سیاق کے بھی موافق نہیں تو بجا ہے ہاں فاضل مصنف تہذیب کی پہلی دلیل کا جواب ہنوز باقی ہے اہل سنت کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ایام جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جو شخص سفر میں جاتا اگر اس کو ضرورت ہوتی تو وہاں عورتوں سے متعہ کر لیتا وہ اس کے اسباب وغیرہ کی حفاظت کرتیں بعض روایت میں جو آیا ہے کہ اصحابہ کرام نے بھی کسی جنگ میں ضرورت کے وقت متعہ کیا وہ اسی ملکی رسم کے مطابق تھا جیسے شراب خوری کا ثبوت بھی ملکی رسم کے مطابق ملتا ہے لیکن جب آیت نازل ہوئی جس میں ذکر ہے اپنی بیویوں اور باندیوں کے سوا کسی سے ملاپ کرنا جائز نہیں تو یہ سب رسومات ملکی دور ہو گئیں ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید تشریح کے لئے اہل سنت کی طرف سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت پش کی جاتی ہے

(عن علی بن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن متعۃ النساء وعن لحوم الحمر الاہلیۃ زمن الخیبر (ترمذي جلد اول ص ۱۳۳

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے جنگ خیبر کے زمانہ میں منعہ سے اور گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا'' اس روایت کو شیعوں نے تسلیم کیا بلکہ اس کی نسبت یہ ظاہر کیا کہ سنیوں نے شیعوں '' کے خاموش کرانے کو حضرت علی کے نام سے گھڑلی ہے مگر شان ایزوی ایسا کہنے والے باوجود بڑے عالم ہونے کے اپنی کتابوں سے بے خبر ثابت ہوئے کیونکہ یہ روایت خود اس کتاب جو متہذیب الاحکام میں بھی موجود ہے پھر لطف یہ ہے کہ انہی الفاظ سے موجود ہے جو الفاظ اہل سنت کی روایت میں ہیں غور سے سنیے

(عن علی قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر لحوم المر الاہلیۃ ونکاح المتعۃ (ج ۲ ص ۱۸٦

علی سے روایت ہے کہ رسول خدا نے خیبر کے زمانہ میں گدھوں کا گوشت اور متعہ کا نکاح حرام فرمایا تھا'' فریقین شیعہ اور سنی کی روایت حدیثیہ میں بہت فرق ہوتا ہے جو دونوں مذہبوں کے اختلاف پر متفرع یا دونوں کے اختلا '' ف کی بناء ہے مگر باوجود اختلاف کثیر کے کوئی روایت اگر متفقہ مل جائے تو اصل معنی میں متفق کہلانے کا حق وہی رکھتی ہے شیعوں کے مس تند امام کلینی انہی منعے کے لئے آنحضرت ﷺ سے روایت لائے۔ خذوا بالمجمع علیہ (لاریب فیہ (ص ٦

یعنی متفق علیہ روایت پر عمل کرو کیونکہ متفق علیہ میں شک نہیں ہوتا پھر صاف اور صریح روایت مرفوعہ جو دونوں مذہبوں کی کتابوں میں بیک معنی موجود ہو کیوں کر رد ہو سکتی ہے لیکن افسوس کہ شیعوں نے ایسی متفقہ روایت کو بھی محض اپنی خیالی باتوں کی بنا پر رد کر دیا چنانچہ تہذیب الاحکام کا فاضل مصنف لکھتا ہے۔ فان ہذہ الروایۃ وردت مورد التقیۃ (ص ۱۸٦) یہ روایت حضرت علی سے تقیہ کے طور پر آئی ہے۔ تقیہ کیا چیز ہے۔ ؟

حسب ضرورت اپنے اعتقاد کے خلاف ظاہر کرنا ہم مانتے ہیں کہ شیعہ مذہب میں تقیہ کو اتنی اہمیت اور وقعت دی گئی ہے۔ کہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ قرار کیا گیا ہے چنانچہ کافی کلینی کے الفاظ یہ ہیں تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین للمن لا تقیۃ اصول کافی ص ٤٨٢) تق یہ دین کے نو حصے ہے اور جو تقیہ نہ کرے اس کا دین نہیں ہے تقیہ کی بحث اور دسعت کے خیال کو الگ رکھ کر ہم صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ حضرت علی نے جو متعہ کی روایت بیان کی نہ صرف مسئلہ بتلایا بلکہ رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر مرفوع روایت بھی بیان فرمائی جو بقول شیعہ در حقیقت رسول اللہ ﷺ کی نہیں تھی تو جرات اور کذب علی الرسول کی وجہ ان کو پش آئی تھی اور انکا

اعتبار کیا رہا۔

ہمارے خیال میں متعہ کا مسئلہ آکر بس اس سوال پر رک جاتا ہے کہ کیا حضرت علی کی یہ شان تھی اور باوجود امیر المومنین اور شیر خدا ہونے کے ایسی کمزوری دکھا دیں کہ کسی امر میں خوف وہراس کے باعث نہ صرف غلط فتوی دیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات پر بھی افترا کریں ہمارے خیال میں جو شخص اس کی تہ کو پہنچ جائے اور اس خیال کے انجام کو سوچے کہ کہاتک پہنچتا ہے اور غور کرے کہ اس میں حضرت علی کی کل روایات اور ان کی بات پر کہاں تک زد پہنچتی ہے تو وہ ایک منٹ کیا ایک سینڈ کے لئے بھی اس خال کو دل میں جگہ نہیں دے سکتا کہ یہ روایت حضرت علی نے ازراہ تقیہ فرمائی ہوگی۔

آسان طریق سے فیصلہ۔

سنی شیع کی روایت میں فرق ہے اور بہت بڑا فرق ہے مگر دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے جو الاتباع ہے مفروض الطاعت ہے بلکہ شیعوں کے ہاں تو یہاں تک مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ خود فرماتے ہیں

(ماوافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ (اصول کلینی ص ۳۹

جو بات کتاب اللہ قرآن کے موافق ہو اسے قبول کرو اور جو قرآن کے مخالف ہو اسے چھوڑ دو'' پس اس متفقہ اصول کے مطابق آ ؤ ہم اس مسئلہ کا فیصلہ کتاب اللہ قرآن شریف سے کرائیں امنا وصدقنا کچھ شک نہیں کہ حسب '' روایت منقولہ بالا ممتوعہ عورت بیوی نہیں باندی نہیں بلکہ ایک کبسی عورت ہے جس نے چند پسوں کے لئے یہ پشہ اختیار کر رکھا ہے جو اس کے لئے اس کے خاندان کے لئے موجب ذلت و توہین ہے قرآن شریف نے نفسانی حاجت براری کا جہاں ذکر کیا ہے یہ لفظ رکھے ہیں۔ (اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ)۔جو لوگ اپنی بیویوں یا باندیوں کے ساتھ ملیں گے ان پر الزام نہ ہو گا جب ممتوعہ زوجہ بھی نہیں ملک الیمین لونڈی بھی نہیں تو پھر استناء میں جو آیت مرقومہ نے جواز کیا ہے کیونکر داخل ہو سکتی ہے اس امر پر کافی زور کی ضرورت ہے۔

بعض اصحاب

کہا کرتے ہیں کہ متعہ یوں تو حرام ہے مگر مثل خنزیر ہے جو بوقت اشد ضرورت جائز ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس طرح خنزیر سور کا گوشت کھانا قطعا منع ہے مگر بوقت اشد ضرورت کے جو نہ ملنے کسی جائز چیز کے پیش آئے بقدر رفع بھوک خنزیر کا گوشت کھالینے میں کوئی گنا نہیں اسی طرح بقول ان کے متعہ ہے یہ لوگ متعہ کو حرام تو جانتے ہیں مگو عند الضرورت جائز کہتے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ خنزیر کی بابت تو آیت میں صاف مذکور ہے متعہ کی بابت کہاں مذکور ہے کہ باوجود حرمت کے بوقت ضرورت جائز ہے کیا اس کو اس پر قیاس ہے یا کوئی نص صریح نص ہے تو پیش کریں قیاس ہے تو وجہ فرق سنیں جس سخت بھوک میں خنزیر کھانے کی اجازت ہے اس میں جان کا خطرہ ہوتا ہے اور متعہ میں جو حاجت ہے اس میں جان کا خطرہ نہیں بلکہ عیش اور لذت کی خواہش ہے۔ علاوہ اس کے خنزیر خوری اکیلے ذاتی فعل ہے مگر متعہ ایک ایسا فعل ہے کہ جب تک دو مرد اور عورت مل کر نہ کریں کام نہیں ہو سکتا پھر کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ مرد کو اگر ضرورت شدیدہ ہے تو ممتوعہ عورت کو بھی ضرورت ہے جب تک دونوں کی ایسی ضرورت جو بھوک میں خنزیر خوری کے درجے تک پہنچاتی ہے ثابت نہ ہو اس کے جواز کی صورت کیونکر ہو سکتی ہے۔ مختصر یہ کہ متعہ قرآن کے خلاف حدیث کے خلاف امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متفقہ روایت کے خلاف بلکہ عقل خالص کے خلاف اس لئے آریہ گزٹ کے نامہ نگار کو اس پر غور کرنا چاہیے اور شیعوں کو حضرت علی مرتضی امیر المومنین کی مرفوع روایت کو رد کرتے ہوئے اس کا انجام پوچھنا چاہیے

سن نگویم ایں آن کن۔ مصلحت ہیں دکار آسان کن

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد 2 ص 752

محدث فتویٰ